اسلام کی ضرورت

آیۃ اللہ سید کاظم نقوی صاحب قبلہ، علی گڑھ

اہل مغرب کا خیال ہے کہ موجودہ زمانے کا انسان مذہب سے بے نیاز ہے۔ وہ دن بیت گئے جب وہ دین کا محتاج تھا۔ انھوں نے حیات انسانی کے سلسلہ وار تین دور قرار دیئے ہیں دور جہالت وخرافات، دور مذہب و دیانت، دور علم ومعرفت مغرب مذہب دشمنی کی اس راہ پر اپنی طبعی رفتار سے نہیں گیا ہے اس کا باعث وہ عظیم کشمکش ہے جو علم اور کلیسا کے درمیان یورپ میں کبھی ہوچکی ہے اس تصادم نے انھیں ایک ہمہ گیر غلط فہمی میں مبتلا کر دیا ان کو اہل کلیسا کی تنگ نظری نے سرے سے مذہب کے نام سے بیزار بنا دیا۔ وہ سمجھے کہ دین انحطاط وپس ماندگی مراجعت وقدامت پسندی کا دوسرا نام ہے۔ یہ سیل اہل مغرب کی اکثریت کو اپنے ساتھ بہالے گئی۔ سارے ماحول پر تمام وکمال مادیت کا رنگ چڑھ گیا۔

مذہب دشمنی کی اس وبا کا دائرہ کشادہ سے کشادہ تر ہوتا گیا رفتہ رفتہ مسلمان بھی کہنے لگے کہ ترقی اور کامیابی کا خواب بلا مذہب سے جدا ہوئے شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ ہمیں مغرب کی طرح دین کو پس پشت ڈال کر آگے بڑھنا چاہئے۔ اسلام ایک کہنہ اور فرسودہ مذہب ہے، علم اور سائنس کے موجودہ روشن زمانے میں اسلام کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ ہر شئے کی ایک معیّن عمر ہوتی ہے۔ اسلام اپنی زندگی کے دن پورے کر چکا ہے۔ حیات انسانی کی تعمیر میں جتنا حصہ لینا تھا لے چکا اب اسلام کی جگہ علم نے لے لی ہے۔ اس کا دائرہ ہدایت مذہب سے وسیع تر ہے۔

درحقیقت یہ آوازیں انہی لوگوں کے ذہن سے نکلتی ہیں جو اسلام کے بنیادی مقاصد سے مکمل طور پر واقف نہیں ہیں انھوں نے اسلامی مطمح نظر کا دائرہ بہت تنگ اور مختصر فرض کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اسلام کو ان مفروضہ مقاصد میں جس حد تک کامیابی ہوسکتی تھی وہ ہوچکی۔ اب مزید توقع فضول ہے۔ اسلام بت پرستی کا سد باب کرکے انسان کے سر کو خدائے یکتا کی بارگاہ میں جھکانا چاہتا تھا۔ اسے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوگئی۔ اس کے آنے سے پہلے عرب متفرق، باہم دست وگریباں قبائل میں منقسم تھے اسلام نے الفت وبرابری کے جذبات پیدا کرکے انھیں ایک قوم کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ شراب نوشی، قمار بازی، جنگ جوئی اور دختر کشی عام مشغلہ تھا اسلام نے عربوں کو ان عادتوں سے روکا کہیں کامیابی ہوئی اور کہیں نہیں ہوئی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اسلامی تحریک اپنے نقطۂ انتہا تک پہنچ چکی ہے اس کے مختتم نتائج آنکھوں کے سامنے ہیں ضرورت ہے کہ اب ہم اپنے موجودہ مسائل زندگی کے حل کرنے میں تازہ علمی اصول اور مبادی کو راہنما قرار دیں۔

اسلام کا بنیادی مطمح نظر

آج کل کا ذہنی بہاؤ اس سمت میں ہے، یہ خیالات

صاف بتلا رہے ہیں کہ دنیا ابھی اسلام کے بنیادی مطمحِ نظر سے ناواقف ہے آیئے ہم اور آپ مل کر روحِ اسلامی کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

یادرکھنا چاہئے کہ اسلام نام ہے ہر اس اقتدار ارضی سے آزادی کا جو انسان کو راہ خیر میں ترقی سے روکے، اسلام نام ہے ان بوالہوس انسان نما شیطانوں کے شکنجۂ اقتدار سے آزادی کا جو افرادِ انسانی کو ڈرا دھمکا کر اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں، وہ کہ جن کے شاہانہ احکام حق اور انصاف سے پوری ٹکر لیتے ہیں، وہ کہ جو انسانوں کی عزت نفس، خودداری، آزادئ فکر اور جان ومال پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ اسلام ان باطل طاقتوں کے مقابل ذہن انسانی میں خدائے مالک الملک کا تصور پیدا کرتا ہے۔ وہ انسان کو اس کی شخصیت کا شناسا بناتا ہے۔ کھلی لفظوں میں اس کا اعلان ہے کہ انسان پر خدا کے علاوہ کسی کو حکومت کا حق نہیں ہے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ اسلام لا الٰہ الا اللہ کے ذریعہ فقط چوب وسنگ کے بنے ہوئے بتوں کی معبودیت کا انکار کرتا ہے۔۔۔ نہیں اسے اللہ کے سوا کسی طاقت کے سامنے انسان کا جھکنا پسند نہیں ہے۔ اسلام خدا کی بارگاہ میں بھی سر جھکانے کی دعوت نہ دیتا اگر یہ انسان کی شرافت نفس کا ذاتی تقاضا نہ ہوتا۔

آج جب کہ مسلمان کو اپنے دام بندگی میں اسیر کرنے کے لئے ہر طرف سے ڈورے ڈالے جا رہے ہیں۔

آج جب کہ سارے مسلمانانِ ملک بیرونی طاقتوں کے رحم وکرم پر زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔

آج جب کہ مسلمانوں کی ذاتی دولت ڈھوڈھو کر اغیار اپنے گھروں کو بھر رہے ہیں۔

آج جب کہ سرمایہ دار مزدوروں کا خون چوس کر اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔

آج جب کہ سامراج کی جڑیں اکثر مسلمان ملکوں میں پھیلی ہوئی ہیں کیا اسلام کے اس اعلان کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے کہ انسان پیدائشی طور پر ہر اقتدار ارضی سے آزاد ہے؟ یہی وقت ہے کہ ہم وحدت اسلامیہ کے جھنڈے کے سایہ میں خارجی طاقتوں کی کثافت سے اپنی زمین کو پاک کردیں۔ ان کے خبیث اور منحوس پنجۂ اقتدار سے اپنی جان ومال، عزت وآبرو، عقیدہ اور فکر کو چھڑا لیں۔

یقیناً اس اقدام سے صرف مسلمانوں کو فائدہ نہیں پہنچے گا بلکہ یہ سارے عالم کے واسطے امن وسلامتی کا پیغام ہوگا۔

اس وقت تمام دنیا دو بڑے ایک دوسرے کے مخالف طبقوں میں بٹی ہوئی ہے۔ اشتراکیت اور سرمایہ داری۔ یہ دونوں تقریباً برابر کی قوتیں ہیں جو ہمیشہ باہم دست وگریباں ہیں۔ ان دونوں کے درمیان رقابت اس کمزور طبقہ کی بدولت ہے جس پر ہر ایک اپنا اثر قائم کرنا چاہتا ہے اگر عالم اسلام اپنا کھویا ہوا حقیقی استقلال واپس لے لے تو اس سے یہ عظیم الشان فائدہ ہوگا کہ ان دونوں مخالف عنصروں کے لئے وجد رقابت باقی نہیں رہے گی۔

اسلام وہ حریت پسند مذہب ہے جو کسی بیرونی طاقت کا کیا ذکر انسان کو خود اس کی نفسانی خواہشوں کی غلامی میں بھی نہیں دینا چاہتا۔ اس کی سچی تمنا ہے کہ انسان جذبات ہواؤ ہوس کے ساتھ خواہش زیست تک کی قیدوبند سے آزاد ہوجائے۔ اس کی نظر میں اس زندگانئ دنیا کی کوئی قدروقیمت حریت ضمیر کے مقابلہ میں نہیں ہے۔

باطل قوتیں انسان کا سر اپنے سامنے جھکانے کے لئے اس کے نفسانی خواہشات کو بھی آلۂ کار بناتی ہیں۔ زر، زن،

زمین کی لالچ دلاکر بھی ضمیر کی خریداری ہوتی ہے۔ حق سے منحرف کرنے میں جب تمام ذرائع ناکارہ ثابت ہوجاتے ہیں تو آخر میں قتل کی دھمکی دی جاتی ہے۔ اسلام انسان کو ہمت دلاتا، وہ کہتا ہے کہ اس تہدید کے مقابلہ سپر انداختہ نہ ہونا چاہئے۔

قُلْ اِنْ كَانَ آبَآئُكُمْ وَاَبْنَائُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنَ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ۔

''اے رسولؐ مسلمانوں سے کہہ دو کہ اگر تمہیں اپنے آباوٴ اجداد اپنے بچے، اپنے بھائی، اپنی بیویاں، اپنے اعزا، اپنی کمائی ہوئی دولتیں، اپنی تجارتیں جن کے ناکام ہونے سے تم ڈرتے ہو، اپنے پسندیدہ مکانات خدا، اس کے رسولؐ، راہ الٰہی میں جہاد سے زیادہ چہیتے ہیں تو امر الٰہی موت کا انتظار کرو۔ خدا فاسقوں کو منزل مقصود تک ہرگز نہیں پہنچائے گا۔'' (سورہ توبہ)

بے شک نفس انسانی نگاہ خالق میں چونکہ اپنی جگہ قیمتی ہے لہٰذا اسے ضائع نہ ہونا چاہئے۔ اپنے نفس اور اس مقصد کے درمیان توازن کی ضرورت ہے جو قربانی کا مطالبہ کر رہا ہے موازنہ کے بعد اگر پلۂ مقصد گرانبار نکلے تو انسان کا جان دے دینا حیات جاوداں کا ضامن ہے۔

نفسانی خواہشوں سے آزادی کی حمایت کرنے میں اسلام کے پیش نظر دو فائدے ہیں۔ ایک وہی کہ انسان طاغوتی اور جبروتی طاقتوں کا آلۂ کار نہیں بنے گا بلکہ وقت آنے پر ان کا پُرثبات مقابلہ کر سکے گا۔ دوسرے یہ کہ اسے نفس کی تابعداری سے چھٹکارا پاکر اپنی ذات اور اپنی قوم کی ترقی کے لئے کام کرنے کا موقع مل جائے گا۔ جذبات کے دریا میں غرقاب انسان کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ وہ نسبتاً لذات دنیا سے زیادہ لطف اندوز ہورہا ہے لیکن اسے نہیں معلوم کہ یہی موسرانی عنقریب بدبختی اور محتاجی کا ایک ایسا طوق اس کو پہنا دے گی جس سے گلوخلاصی ممکن نہ ہوگی۔ خواہش اور ہوس کی پیاس کبھی بجھتی نہیں ہے اس میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہوتی رہتی ہے۔ رفتہ رفتہ وہ وقت آجاتا ہے کہ انسان کے فکر وعمل کی ساری توانائیاں انہی خواہشوں کی شکم پری میں صرف ہوتی ہیں وہ ایک بہیمانہ زندگی گزارتا ہے۔ اسے سماجی مسائل سے نہ کوئی دلچسپی رہ جاتی ہے اور نہ وہ اس سلسلے میں کچھ کرسکتا ہے۔

تاریخ عالم شاہد ہے کہ عیش وعشرت کی دلدادہ قومیں انسانیت کی کبھی کوئی خدمت نہیں کرسکیں۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ ترقی کے بجائے آخر میں انھیں اپنی آزادی تک سے دستبردار ہونا پڑا۔ روم، یونان، اور فارس کے اقبال وحشم کو کس نے لوٹا؟ گزشتہ جنگ عظیم میں بلند وبالا دعوے کرنے کے بعد فرانس کا کیا حشر ہوا؟ تاریخ دول واقوام میں ایک دو نہیں سیکڑوں مثالیں ملیں گی کہ ہوا وہوس کی بندگی کے بعد کوئی قوم پنپ نہیں سکی۔

یہی راز تھا کہ اسلام نے نفسانی خواہشوں سے آزادی دلانے میں پوری کوشش کی۔ اس کے لئے ایک راستہ یہ تھا کہ وہ زندگی کی تمام لذتوں پر قدغن کرکے انسان کو ان سے محروم کردیتا۔ اسلام نے اس راہ کو اختیار نہیں کیا۔ اس نے ہر شخص کو لذات حیات کی ایک معقول مقدار سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی ''كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا'' ''کھاوٴ پیو مگر حد سے آگے نہ بڑھو'' اس کے ساتھ اسلام نے ہدایت کردی کہ تمہاری ذہنی اور عملی ساری توانائیوں کو نوع انسانی کی فلاح وبہبود اور اعلاء کلمۂ حق میں صرف ہونا چاہئے۔ فرد وجماعت کے حقوق کے توازن کا

یہ وہ بلند نظریہ ہے جس کا تن تنہا مالک بس اسلام ہے۔

کیا انسان نفسانی خواہشوں کے شکنجہ سے اب نکل آیا ہے کیا اس کی صلاحیت اور طاقت کا بیشتر حصہ جامعۂ بشریت کے سود و بہبود میں صرف ہونے لگا ہے؟

یقیناً ان سوالوں کا جواب نفی میں ملے گا۔ پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ اسلام چودہ سو برس پہلے کے انسان کا دستور زندگی ہے۔ موجودہ مشکلات حیات کے حل کرنے میں اس کی راہنمائی کی ضرورت نہیں ہے؟

اسلام ترقی پسند مذہب ہے

اسلام کے غیر ضروری ہونے کا نعرہ بلند کرنے والوں نے یہ مانا ہے کہ وہ دور جہالت و وحشت کی پیداوار نہیں ہے۔ اس نے نوع انسانی کو جہالتوں اور خرافاتوں سے نجات دی ہے ان کی نوعیت مختلف تھی۔ بعض عوام کی تراشی ہوئی تھیں اور بعض عیسائیوں اور یہودی علماء کے دماغوں کی ایجاد تھیں۔ انسانیت کا سر اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے چوب و سنگ کے بے شعور بتوں کے سامنے جھکا ہوا تھا۔ اسلام نے بشریت کا سر بلند کر دیا۔ اس نے حقائق کائنات میں غور و خوض کرنے کی دعوت دی۔ وہ منفرد دعوت جس میں عقل و مذہب اور علم و دین کے درمیان کوئی تصادم نہیں ہوتا اب نہ ایمان باللہ کے معنی خرافات اور جہالت کے ہیں اور نہ حقائق علم کا ماننا کفر باللہ کے مترادف ہے۔

اسلام نے پہلی مرتبہ یہ ذہن انسانی میں راسخ کیا کہ ہر وہ حقیقت جس کا انسان انکشاف کرے، اللہ کی توفیق اور امداد کا نتیجہ ہے۔ اس لئے وہ شکر گزاری اور عبادت کا مستحق ہے۔ یہ سارا عالم اور اس کے پوشیدہ فوائد انسان کی خاطر خلق ہوئے ہیں۔

جہالت اور خرافات غیر معقولیت اور نامنطقیت کو کہتے ہیں اس کا دائرہ بہت وسیع ہے جس سے انسان اس وقت باہر نہیں نکل سکا۔ تقریباً آدھی دنیا آج بھی بت پرستی کا شکار ہے۔ اس کے علاوہ دنیا کا دوسرا نصف حصہ ایک دوسری خرافات میں مبتلا ہے...... اس کا نام سائنس ہے۔ کوئی شبہ نہیں کہ علم سائنس علم و معرفت کا زبردست ذریعہ ہے۔ اس نے انسان کو ترقی اور تمدن کی راہ میں بہت آگے بڑھایا ہے۔ ہم سائنس کے مخالف نہیں ہیں لیکن وسائل معرفت اسی میں محدود نہیں سمجھتے۔ ہم اس خدا کو خدائے وحدہٗ لاشریک کا درجہ نہیں دے سکتے۔ اہل مغرب نے بشریت کی فکری جولانیوں کو حواس اور تجربے کی چار دیواری میں محدود بنا دیا ہے۔ یہ چار دیواری اپنی جگہ بہت کشادہ صحیح لیکن انسان کی نظری اور ذہنی صلاحیتوں کے پھلنے پھولنے کے لئے ناکافی ہے۔ جب کہ انسان کی علمی توانائی تجربے اور حواس کے میدان میں محدود نہیں ہے تو دنیا کو کیوں اصرار ہے کہ ہر چیز کو ہم علم تجربی کے ذریعے مانیں گے؟ یہی اصرار نامعقولیت ہے جس کا دوسرا نام جہالت ہے، دنیا کو ان جہالتوں سے نجات کے لئے اسلام کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح عبودیت اصنام سے چھٹکارے کے واسطے تیرہ سو برس پہلے احتیاج تھی۔

اسلام کی افادیت اور ہمہ گیری

حالیہ مسائل کا کون سا شعبہ ہے جس کے لئے دین اسلام میں ہدایات نہ موجود ہوں؟ اسلام محض عقیدۂ روحی، تہذیب اخلاقی اور دعوت فکری کا نام نہیں ہے۔ وہ ایک مکمل، قابل عمل دستور زندگی ہے، اس نے سیاسی، اقتصادی، معاشی، سماجی ہر میدان میں نوع انسانی کی تشفی بخش راہنمائی کی ہے، وہ منفرد راہنمائی جس میں فرد و جماعت، علم و شریعت، عمل و عبادت، دنیا و آخرت باہم وابستہ اور مرتبط ہیں۔ یہاں موقع نہیں ہے کہ ہم نظام اسلامی کے متعلق مفصل بحث کر سکیں۔

صرف چند بنیادی حقائق و نکات کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔
۱۔ اسلام محض فکری اور نظری مذہب نہیں ہے۔ وہ ایک عملی نظام ہے جو انسانی ضروریات اور نفسیات کا جائزہ لے کر مرتب کیا گیا ہے۔
۲۔ اسلام نے اس نظام زندگی کی تشکیل میں ہر نقطے پر اعتدال انصاف اور توازن کا لحاظ کیا ہے۔ سب سے پہلے اس نے جسم وروح کے تقاضوں میں توازن قائم کیا۔ دونوں کے واسطے حدود معین کر دیئے۔ ان حدود میں ایک کو دوسرے کی مزاحمت کا حق نہیں ہے۔ اسلام انسان کو نہ حیوان کی طرح مادی اور مطلق العنان بنانا چاہتا ہے اور نہ فرشتوں کی طرح خالص روحانی، مادیت سے الگ تھلگ رکھنا چاہتا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے قدم ایسے وسطی نقطے پر ہوں کہ جسم وروح کے درمیان کوئی کشمکش نہ ہونے پائے۔

اس کے بعد اسلام نے فرد جماعت کے مطالبات میں باہم توازن قائم کیا۔ ہر ایک کے حقوق مقرر کر دیئے نہ ایک فرد دوسری فرد کے ساتھ زیادتی کر سکتی ہے۔ نہ جماعت کو فرد کی حق تلفی کا موقع دیا جا سکتا ہے۔ نہ فرد جماعت اور اس کے مفاد پر مسلط ہو سکتی ہے نہ ایک طبقہ دوسرے طبقہ کے حقوق غصب کر سکتا ہے، نہ ایک قوم دوسری قوم پر ظلم وتعدی کی مجاز ہے۔ مذہب کا دستور اور اس کے تعزیرات ان سب کے درمیان تصادم سے مانع ہیں۔

انسان مختلف عناصر کا مجموعہ ہے۔ وہ مادی اور اقتصادی ضروریات کے ساتھ خالق روحانی اور انسانی تقاضے بھی رکھتا ہے۔ اس کے لئے مفید ترین نظام حیات وہ ہوگا جو اس کی زندگی کے ہر پہلو کی ہمہ گیر اور جامع نگرانی کر سکے۔

نظام اشتراکی انسان کے صرف اقتصادی اور معاشی مشکلات کا حل پیش کرنے کا دعوے دار ہے۔ اس کے پاس روحانی اور انسانی پیاس بجھانے کا کوئی سامان موجود نہیں۔ یونہی اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب انسان کی روحانی خواہشوں کی سیرابی کا اپنے ساتھ سامان رکھتے ہیں مگر وہ ہمارے ہاتھ میں کوئی ایسا مکمل دستور نہیں دیتے جس کو ہم اپنے اقتصادی اجتماعی اور سیاسی مسائل میں رہنما بنا سکیں۔

۳۔ اسلام کے سماجی اور معاشی نظام کو انفرادی واستقلالی حیثیت حاصل ہے۔ دنیا کے موجودہ نظاموں میں سے کوئی تمام وکمال اس کے مطابق نہیں ہے۔ وہ سرمایہ داری اور اشتراکیت کے مغایر تیسرا نظام ہے۔ یوں سمجھنا چاہئے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کچھ اچھائیاں رکھتا ہے اور کچھ برائیاں۔ اسلام ان دونوں کے محاسن کا جامع ہے۔ اسلام میں فرد کو اساسی حیثیت نہیں دی گئی ہے وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ فرد کے اوپر جماعت کے حقوق کو بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ یونہی وہ مشرقی یورپ کی طرح جماعت کے مفاد پر فرد کو بھی نہیں قربان کر سکتا۔ وہاں فرد ہوا میں منتشر ایک حقیر ذرہ ہے۔ وہ جماعت سے اپنے حقوق کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ یقینا حریت فرد کی یہ حد بندی اس کی آزادی کو بحال رکھنے کی غرض سے کی گئی ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ زر، زن، زمین اکثر وبیشتر مفاسد کی اصل اصیل ہے۔ افراد انسانی کو ان خرابیوں سے بچانا ضروری ہے۔ اس کے لئے اس کے جذبۂ انسانیت کی حفاظت کرتے ہوئے کوئی تدبیر نکالنا چاہیے۔ انسان کا جوہر امتیازی ہے اپنے ارادے اور اختیار کے ساتھ برائیوں سے بچنا، بلاشبہ اشتراکیت اس کو سرمایہ داری کے مفاسد سے بچاتی ہے لیکن انسان کی قوت اختیار کو چھین کر بھلا دیتا ہے اس میں انسان کی خصوصیت کیا ہے۔ اس طرح تو

جانور کو بھی برائی سے روکا جا سکتا ہے؟!

اس کے مقابلہ میں اسلام ایک فطری، معتدل اور متوازن نظام ہے۔ اس کو فرد اور جماعت دونوں کے حقوق کا لحاظ ہے۔ وہ فرد کی محدود آزادی کا قائل ہے۔ وہ اس کی قوت اختیار کو سلب نہیں کرتا ہے۔ بے شک اس نے اپنے اقتدار اعلیٰ کے نمائندے کو نگراں بنا دیا ہے کہ وہ اجتماعی انصاف کے قانون کا نفاذ کرتے ہوئے فرد کو جماعت پر مسلط نہ ہونے دے۔ اس کے نزدیک ہر شخص وہاں تک آزاد ہے کہ اس کی شخصی آزادی دوسروں کے حقوق میں خلل انداز نہ ہو۔ اس کی بابت تاریخ اسلام میں پیغمبر اسلامؐ کے ارشادات اور فیصلے محفوظ ہیں۔

سمرہ ابن جندب کا مملوک درخت ایک مرد انصاری کے گھر میں تھا۔ سمرہ بلا اجازت حاصل کئے اپنے درخت کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ انصاری نے سمرۃ سے کہا کہ آواز دے کر گھر میں داخل ہوا کرو۔ انھوں نے انکار کیا۔ بات جناب رسالتمآبؐ تک پہنچی آپ نے سمرۃ سے فرمایا کہ اجازت لے لیا کرو۔ انھوں نے قبول نہ کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر تم اس درخت کو فروخت کر ڈالو۔ سمرۃ راضی نہ ہوئے رسولؐ نے یہ دیکھ کر سمرہ سے فرمایا "ما اراک یا سمرۃ الامضار" ''سمرہ تم دوسرے کو ضرر پہنچا رہے ہو'' پھر آپ نے اس مرد انصاری کی طرف رخ کر کے حکم دیا: **اذهب فاقلعها وارم بها وجهه فانما لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام**'' ''جاؤ اس درخت کو اکھاڑ کر اس کے منھ پر پھینک دو کیونکہ اسلام کسی ضرر رسانی کو برداشت نہیں کر سکتا۔''

ایک دو نہیں نظام اسلامی میں بکثرت موارد ملتے ہیں جہاں اس نے اجتماعی مفاد کو شخصی منفعت پر مقدم کیا ہے۔ اس نے ظلم کی اعانت کو مطلقاً حرام قرار دے دیا خواہ انسان کو اس سے کیسا ہی عظیم شخصی فائدہ ہو رہا ہو۔ اموات کا غسل دینا، کفن پہنانا، دفن کرنا واجب ہے۔ اس پر اجرت لینے کی ممانعت کر دی۔ نماز میں اذان اطلاع عام کے لئے کہی جاتی ہے۔ شریعت نے اس کی مزدوری لینے کو ناجائز کر دیا۔ قاضی دوسروں کے قضایا کا فیصلہ کرتا ہے۔ اس کے لئے اس سلسلے میں رشوت کا کیا ذکر اجرت تک لینا جائز نہیں ہے۔ صاحبان اقتدار کے واسطے کمزور عوام کے اموال پر قبضہ کر لینا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اسلام ان کے دیئے ہوئے تحفہ، عطیہ انعام کا لینا حرام سمجھتا ہے۔ عام دستور ہے کہ جب کوئی چیز بازار میں نایاب ہونے لگتی ہے تو سوداگر اس کو ذخیرہ کر لیتے ہیں۔ وہ انتظار کرتے ہیں کہ جب یہ بازار سے بالکل مفقود ہو جائے تو قیمت بڑھا کر اسے فروخت کریں۔ اصطلاحاً اس عمل کو ''احتکار'' کہتے ہیں۔ اسلام کو یہ بے جا نفع اندوزی پسند نہیں ہے۔ وہ ان تاجروں کو بیچنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس کے لئے یہ ناقابل تحمل ہے کہ چند آدمیوں کے فائدے کی خاطر پوری جماعت کو پریشانی میں دیکھے۔

نوع انسانی کو اسلام نے یہ ہدایات اس وقت کئے جب عدل اجتماعی کا کوئی مفہوم اس کے ذہن میں نہ تھا۔ اس نے اس نظام اقتصادی کی تشکیل اور تدوین اس وقت کی جب لوگوں کے دماغ اس کے تصور سے بالکل سادہ تھے۔

انسان اپنے تمام علم و معرفت کے بعد دنیائے اقتصاد و اجتماع میں دو نظام پیش کر سکا ہے۔ سرمایہ داری اور اشتراکیت، اسلام اپنی جامعیت کی بدولت ان دونوں سے برتر ہے۔

کارل مارکس نے انسان کی بنیادی ضرورتوں کا ذمہ دار حکومت کو قرار دیا ہے۔ غذا، جائے سکونت اور جنسی سیرابی کا انتظام اس کی طرف سے ہونا چاہئے۔ یہ اسلام کے چودہ سو

برس پہلے کے منشور عام کا ایک جز ہے۔ رسول اسلام کا اعلان ہے **"من کان لنا عاملاً و لم تکن له زوجة فلیتخذ زوجة ولیس له مسکن فلیتخذ له مسکنا ولیس له خادم فلیتخذ له خادماً و لیس له دابة فلیتخذ له دابة"** "جو شخص ہمارا کام کرے اور نا کتخدا ہو اس کی شادی ہونا چاہئے۔ رہنے کے واسطے گھر نہ ہو تو اس کا انتظام ہونا چاہئے۔ خادم اور سواری کی ضرورت ہو تو وہ مہیا کرنا چاہئے۔"

یہ آنحضرتؐ کا عام ارشاد ہے۔ اس میں حکومت کے وہ تمام ملازمین داخل ہیں جو مختلف شعبوں میں خدمات پر مامور ہوں۔ یہ ان مزدوروں کو بھی شامل ہے جو حکومت اسلامی کی طرف سے قائم کردہ کارخانوں میں کام کریں یہ اشتراکیت کا وہ رخ ہے جو اسلامی نظام کے موافق ہے۔

اس کے علاوہ بہت سی باتوں میں دونوں کے درمیان شدید تصادم بھی ہے۔ اسلامی نظام کے یہ چند پہلو تھے جن کی بابت اجمالاً کچھ عرض کیا گیا۔ انصاف کیجئے کہ وہ مذہب جو حیات بشری کے اس لمبے چوڑے میدان کا مکمل احاطہ کئے ہو۔ وہ مذہب جو نوع انسانی کے افکار وخیالات، اعمال وعبادات، اقتصادیات واجتماعیات، سیاسیات اور معاشیات کا جامع دستور العمل ہو کیا دنیا اس سے کبھی بے نیاز ہو سکتی ہے؟

آج جب کہ امریکہ اور جنوبی افریقہ میں قومی عصبیت نے وحشیانہ شکل اختیار کر لی ہے اسلام کی شدید ضرورت ہے، وہ اسلام جس نے سیکڑوں برس پہلے کالے اور گورے، غلام اور مالک کے درمیان عملاً مساوات قائم کردی۔ مساوات کا کیا ذکر اس نے زید ابن حارثہ اور ان کے بیٹے اسامہ کو مہاجرین اور انصار کی فوج کا سالار بنا دیا۔ رسولؐ نے فرمایا: **اسمعوا واطیعوا ولو استعمل علیکم عبد حبشی کان راسه ذمیبة ما اقام فیکم کتاب اللّٰہ تبارک و تعالیٰ۔**

آج جب کہ ہر طاقتور سلطنت کا مطمح نظر ملک گیری بنا ہوا ہے کمزور انسانیت کی نگاہیں اسلام کے چہرے پر ہیں، وہ اسلام جس نے نفع اندوزی کی خاطر ملک گیری کو ناجائز قرار دیا ہے، وہ دیکھیے رسول اسلامؐ مکہ معظّمہ میں عظیم فوج کے ساتھ داخل ہو رہے ہیں، اہل مکہ کو اپنی سلطنت منوانے کے لئے نہیں بلکہ ان کے درمیان اسلام کا پیغام پھیلانے کی غرض سے دنیا کی حیرت کی کوئی حد نہیں رہتی جب رسولؐ اپنے خون کے پیاسوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں: **اذهبوا انتم الطلقاء۔**

آج جب کہ دنیا کی اکثریت سرمایہ داری کے مہلک مفاسد میں مبتلا ہے کیا اس نظام اسلامی کی ضرورت نہیں ہے جس نے سودخوری اور ذخیرہ اندوزی کو حرام کر دیا ہے؟ ان دونوں پر اس وقت سرمایہ داری کا دارومدار تھا۔

آج جب کہ اشتراکیت کی وجہ سے مادیت والحاد نے سارے عالم میں اپنا اثر قائم کر لیا ہے روحانیت اسلام کا پیغام سننے کے لئے گوش برآواز ہے جو روحانیت کے چشموں کو خشک کئے بغیر جماعت کے ان تمام اقتصادی ضروریات کی کفالت کر لیتا ہے جن کے لئے نظام اشتراکیت کو اختراع کیا گیا ہے۔

آج جب کہ دنیا خوفناک عالمگیر آتش جنگ سے سہمی ہوئی ہے......امن وسلامتی برقرار رہنے کے لئے ضرورت ہے کہ مسلمان اسلام کی آواز **"وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا"** پر سمٹ کر ایک جھنڈے کے نیچے آجائیں اس تیسری قوت کے وجود میں آجانے کے بعد امریکہ اور روس کے درمیان تصادم کا امکان کم ہو جائے گا۔ یہ خیال خام ہے کہ دنیا کو اب اسلام کی ضرورت نہیں ہے۔ بشریت اپنے حال ومستقبل میں اسلام کی اسی طرح محتاج ہے جس طرح ماضی میں تھی۔ ❁❁❁